© rasailojaraid.com

مولانا نظام الدین فرنگی محلیؒ

برصغیر میں نصاب تعلیم کے اولین بانی

تحریر:- مولانا محمد اسحاق بھٹی - لاہور

شیخ نظام الدین انصاری سہالوی کا شمار برصغیر پاک وہند کے (جس میں اب بنگلہ دیش بھی شامل ہے) جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے۔ یہ اقلیم ہند کے نامور فاضل اور مشہور صاحب علم و فن تھے۔ وہ اولین عالم دین ہیں' جنہوں نے بارھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مدارس کے لئے پہلی دفعہ ایک خاص نصاب تعلیم مرتب کیا اور پورے ملک کے اصحاب فضل وکمال نے بلا کسی اختلاف کے اسے شرف قبول بخشا۔ ان کے والد کا اسم گرامی شیخ قطب الدین تھا جو لکھنؤ سے کم و بیش تیس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں سہالی کے رہنے والے تھے۔

اصلا" یہ خاندان خالص عرب تھا اور اس کا نسبی تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے تھا۔ جب اسلام کی نشرواشاعت کے دائروں نے وسعت اختیار کی اور اس کی پاکیزہ قدریں دیگر ممالک میں پھیلنے لگیں تو اس دوران عالی قدر ایک صوفی منش بزرگ خواجہ ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری نے ہرات کو اپنا مسکن ٹھہرایا اور وہیں ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔ خواجہ ممدوح کی اولاد میں سے ایک ذی علم شخص جن کا نام جلال الدین انصاری تھا ہرات سے ہندوستان آئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئے۔ دہلی میں انہوں نے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں خود تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں ان کے اخلاف نے دہلی کی سکونت ترک کرکے لکھنؤ کے قریب موضع سہالی میں اقامت اختیار کرلی اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ قیام سہالی کی وجہ سے اس خاندان کے علماء نے سہالوی کی نسبت سے شہرت پائی۔

شیخ نظام الدین کے والد گرامی شیخ قطب الدین جو برصغیر کے ممتاز علماء میں سے تھے قریبا" ۱۰۴۰ھ میں سہالی میں پیدا ہوئے اور ہندوستان کے بلند مرتبت علماء سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا اور پھر پوری زندگی اس عظیم مقصد کے لئے وقف کردی۔ تفسیر و حدیث' فقہ و اصول' منطق وفلسفہ' معانی وبیان' صرف ونحو' ادب وکلام وغیرہ تمام مروجہ علوم کی اشاعت کی اور بہت سے علماء و طلبہ کو مستفید فرمایا۔ یہ اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا اور اس میں شیخ قطب الدین کا شہرہ علم و فضل دور دور تک پھیل گیا تھا۔ خود بادشاہ ان کی کاوش و تحقیق کی ہمہ گیری سے متاثر تھا۔ اس نے کئی دفعہ ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور دربار میں آنے کے لیے کہا مگر انہوں نے بادشاہ کے دربار سے دور رہنا ہی مناسب سمجھا اور درس و افادہ طلبہ کو ہر چیز سے مقدم گردانا۔ تین سوسال پیشتر کے حالات کے مطابق شیخ قطب الدین کا سہالی میں یہ اچھا خاصا مدرسہ تھا جس میں مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ کثیر تعداد میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔

انصاری اور عثمانی خاندانوں کی کشمکش

سہالی میں اس زمانے میں دو مشہور خاندان آباد تھے ایک عثمانی خاندان اور دوسرا انصاری خاندان مولانا قطب الدینؒ کا تعلق انصاری خاندان سے تھا۔ سہالی کے گرد و نواح میں خان زادے مقیم تھے' ان کا سہالی کے انصاری خاندان کے ایک شخص چودھری محمد آصف سے زمین کی سرحدوں کے سلسلے میں ہمیشہ جھگڑا رہتاتھا۔ محمد آصف' سہالی کا بڑا زمیندار اور مولانا قطب الدین کا سسر تھا۔ اس تعلق کی بنا پر خان زادوں کو مولانا ممدوح سے بھی عداوت ہوگئی تھی لیکن بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں مولانا کی عزت وتکریم کی وجہ سے یہ لوگ انہیں کچھ کہنے کی جرات نہ کرتے تھے۔

مولانا قطب الدین کی شہادت

بعد میں حالات نے ایسا خطرناک رخ اختیار کیا کہ سہالی کے نواح میں رہنے والے خان زادوں نے سہالی پر حملہ کر دیا اور کئی سو آدمی گاؤں میں گھس آئے۔ حملہ آوروں نے عثمانی خاندان کے لوگوں کو بھی انصاری خاندان کے خلاف برانگیختہ کیا اور انہیں اپنی مدد کا یقین دلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے مل کر محمد آصف کے مکان پر ہلہ بول دیا۔ سنگ دل حملہ آوروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے مولانا قطب الدین کے مکان کا بھی محاصرہ کرلیااور اچانک اندر گھس کر تیروں' بندوقوں اور تلواروں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ مولانا موصوف بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ حادثہ ۱۹ رجب ۱۱۰۳ھ (۲۷ مارچ ۱۳۹۲ء) کو پیش آیا۔

فرنگی محل لکھنؤ میں سکونت

مولانا قطب الدین کی شہادت کے وقت ان کے چار بیٹے تھے۔ محمد اسعد' محمد سعید' نظام الدین اور محمد رضا۔ ان سب حضرات کا شمار اپنے زمانے کے شیوخ اور جید علماء میں ہوتا تھا۔ والد کی شہادت کے بعد یہ لوگ سہالی کی سکونت ترک کرکے لکھنؤ منتقل ہوگئے اور شہنشاہ اورنگ زیب نے ان کو رہائش کے لئے فرنگی محل کی عمارت عطا کر دی۔ اسی لیے بعد میں فرنگی محل کی نسبت انکے نام کا حصہ بن گئی ۔ ان سطور میں صرف شیخ نظام الدین کا تذکرہ مقصود ہے' جنہوں نے آگے چل کر بڑی شہرت پائی اور مدارس ہند کے نصاب تعلیم کے اولین بانی اور مرتب ہوئے۔

تحصیل علم

شیخ نظام الدین شیخ قطب الدین سہالوی کے تیسرے فرزند تھے۔ والد کی شہادت کے وقت ان کی عمر چودہ پندرہ برس کی تھی اور طالب علمی کا زمانہ تھا۔ شیخ قطب الدین نے ۱۹ رجب ۱۱۰۳ھ کو جام شہادت نوش کیا۔اس حساب سے شیخ نظام الدین کا سن ولادت قریباً۱۰۸۸ھ (۱۶۷۷ء) بنتاہے۔ شعور کی آنکھیں کھولیں تو گھر میں علم کا چرچا تھا اور مسند درس پر خود ان کے والد گرامی شیخ قطب الدین متمکن تھے۔ ابتدائی درسی کتابیں انہی سے پڑھیں۔ والد کی شہادت کے بعد پورا خاندان لکھنؤ کے علاقہ فرنگی محل میں اقامت گزیں ہوگیاتو یہ تکمیل علم کے سلسلے میں مختلف بلاد و قصبات میں گئے اور ممتاز علماء سے استفادہ کیا' جن میں شیخ امان اللہ بنارسی (متوفی ۱۱۳۳ھ) شیخ غلام نقشبند (لکھنؤی متوفی رجب ۱۱۲۶ھ) اور بعض دیگر علمائے عصر شامل ہیں۔

مسند درس

تحصیل علم کے بعد شیخ نظام الدین اپنے والد کی مسند درس پر فائز ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کا آستانہ علم معمورہ ہند کے علماء و طلبہ کا مرجع بن گیا۔ معروف بزرگ شاہ عبدالرزاق بانسوی کے تصوف وطریقت کاتمام ہندوستان میں شہرہ تھا۔ شیخ نظام الدین چالیس برس کی عمر میں ان کی خدمت میں گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی شاہ عبدالرزاق علوم درسیہ سے بہرہ مند نہ تھے اس لئے سب لوگوں کو اس بیعت سے تعجب ہوا۔ علمائے فرنگی محل نے تو بر ملا شیخ کے اس اقدام کی مخالفت کی۔شیخ کے تلامذہ میں سے ایک صاحب مولانا کمال الدین تھے جو علوم عقلیہ میں بالخصوص دست گاہ رکھتے تھے اور نہایت ذہین وطباع تھے اپنے مقابلے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ انہوں نے شیخ کی بیعت پر بہت خفگی کا اظہار کیا اور صاف لفظوں میں شیخ سے کہا کہ آپ نے ایک جاہل کے ہاتھ پر کیوں بیعت کی اور اپنے فضل و کمال کو ایک ناآشنائے علم صوفی کے سامنے کیوں جھکایا؟انہوں نے اسی پر بس نہیں کی' شاہ عبدالرزاق کی خانقاہ میں پہنچے اور ذہن میں فلسفے کے چند مشکل مسائل سوچے کہ شاہ صاحب سے ان کے بارے میں دریافت کریں گے۔ روایت ہے کہ وہ شاہ عبدالرزاق کے پاس گئے تو شاہ صاحب نے خود ان مسائل کا ذکر چھیڑا اور اس انداز سے ان پر اظہار خیال کیا کہ مولانا کمال الدین خاموش ہوگئے اور اسی وقت انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے شاہ صاحب کی بیعت کرلی۔شاہ عبدالرزاق بانسوی نے ۱۱۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ ان کے بعد شیخ نظام الدین نے شاہ صاحب کے خلیفہ سید اسماعیل بلگرامی (متوفی ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۳۴ھ) سے فیوض باطنی حاصل کیے۔

اخلاق و عادات

شیخ نظام الدین انصاری ابتدا ہی سے عمدہ عادات واطوار کے حامل' متوکل علی اللہ' دنیا سے بے نیاز' بہت نیک اور پرہیزگار تھے۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی فارسی تصنیف "ماثر الکرام" اور عربی کتاب " سبحۃ المرجان" میں ان سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کیا ہے ۔ ان کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ "میں ۱۹ ذی الحجہ ۱۱۴۸ھ کو لکھنؤ گیا تو شیخ نظام الدین سے ملا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سلف صالحین کے طریقے پر گام زن ہیں اور ان کی پیشانی پر تقدس کی شعاعیں نمایاں ہیں"

شیخ نظام الدین کی علمی شہرت چھوٹی عمر ہی میں علماء وطلبہ کے حلقوں میں پھیل گی اور امراء وحکام کے درباروں میں پہنچ گئی تھی۔ اگر وہ چاہتے تو ہر قسم کا جاہ و منصب حاصل کر سکتے تھے لیکن اس طرف کبھی توجہ نہ کی اور دامن نفس کو دنیوی آلائشوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔ متواتر دو دو تین تین دن کے فاقے ہوتے تھے اور وہ عالی مرتبت عالم مستقل مزاجی سے برداشت کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ امرائے مملکت اور ارباب دولت سے کوئی میل جول نہ رکھتے۔ ذہنی لحاظ سے اس قدر اونچے مرتبے کے مالک تھے کہ اغنیاو امرا میں سے کوئی حاضر خدمت ہوتا تو بے اعتنائی سے پیش آتے۔ اس کا اندازہ شیخ غلام مخدوم کے اس بیان سے ہو سکتاہے' جس میں وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ غلام الدین کی خدمت میں حاضر تھا اور بیماری کی وجہ سے چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس اثنا میں امرائے مملکت میں سے ایک صاحب ملاقات کے لیے آئے ان کے پاس ادب سے میں نے چارپائی پر سے اترنا چاہا تو شیخ نے فرمایا اصحاب دولت کو دیکھ کر بد حواس کیوں ہوتے ہو آرام سے لیٹے رہو۔

ارباب حکومت سے بے التفاتی کے بارے میں ان کا ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ امرائے شاہی میں سے ایک امیر نے' جو ہفت ہزاری کا منصب رکھتا اور شیخ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا' ایک مرتبہ جمعہ کے دن عین نماز کے وقت کہلا بھیجا کہ اگر آپ تھوڑی دیر انتظار فرمائیں تو میں بھی حاضر ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کر سکوں۔ شیخ نے ذرا انتظار کیا' پھر یہ کہہ کر کہ "نماز اللہ کی رضا کے لیے ہے اہل دنیا کے لیے نہیں ہے" نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔

انکسار اور تواضع

بلا شبہ شیخ طبعاً" بے نیاز تھے لیکن یہ بے نیازی ہر ایک کے لئے نہ تھی' صرف مغرور امرائے مملکت اور جاہ پسند ارباب دولت کے لیے تھی۔ ورنہ مزاج میں انکسار' تواضع اور مسکینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس سلسلے کے چند واقعات لائق مطالعہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک ایرانی جس کا نام ابوالمعالی تھا۔ شیخ کا شہرہ علمی سن کر ملاقات کے لیے آیا شیخ اپنے معمول کے مطابق سادگی سے درس گاہ میں چٹائی پر بیٹھے درس دے رہے تھے۔ نووارد کی نظروں کے سامنے ایرانی علماء کا جاہ وجلال گھوم رہا تھا اس کی نگاہ التفات شیخ کی طرف نہ جاسکی۔ پوچھا "مولانا نظام الدین کہاں تشریف رکھتے ہیں" فرمایا! مولانا کے بارے میں تو میں نہیں جانتا البتہ نظام الدین میرا ہی نام ہے۔ "ایرانی وہیں بیٹھ گیا اور چند فقہی مسائل ان کے سامنے پیش کیے اور شیعہ اور اہل سنت دونوں نقطہ ہائے نظر سے جواب طلب کیا۔ شیخ نے جواب دیاتو وہ ان کے اسلوب کلام اور وسعت علم سے بہت متاثر ہوا اور کہا کہ آپ کے متعلق جو کچھ سناتھا۔ اس سے کہیں زیادہ پایا۔

علمائکی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ علمی مباحث کے میدان میں اترتے ہیں تو اس سے اپنے علم کا اظہار اور دوسروں سے امتیازی درجہ حاصل کرنا مقصود ہوتاہے اس لئے وہ حریف کے مقابلے میں عام طور پر خاموشی اختیار نہیں کرتے اور بدستور بحث اور مجادلے میں لگے رہتے ہیں لیکن شیخ نظام الدین اس نقص سے پاک تھے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب ان سے کسی مسئلے میں بحث کرنے کے لئے تشریف لائے اور ایک ہی مسئلہ دریافت کیا۔ شیخ نے اپنی تحقیق کے مطابق جواب دیا معترض نے اعتراض کیا اور بر بنائے بحث شیخ کی تغلیط کی۔ شیخ چپ ہوگئے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ میں نے نظام الدین سے علمی بحث کی' وہ میرے مقابلے میں چل نہیں سکے اور میں نے ان کوخاموش کرا دیا ہے۔ شیخ کے تلامذہ کو یہ بات ناگوار گزری اور اسے استاد کی توہین قرار دیا۔ چنانچہ ایک شاگرد' ان صاحب کے پاس گئے اور اپنے زور بیان اور اسلوب استدلال سے ان کو لاجواب کر دیا۔ یہ واقعہ شیخ کے علم میں آیا تو اس درجہ برہم ہوئے کہ اس شاگرد کو حلقہ درس سے نکال دیا اور فرمایاکہ میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کسی شخص کی شہرت اور عزت کو نقصان پہنچے۔

باپ کے قاتل سے درگزر کا معاملہ

شیخ نظام الدین طبعی طور پر نرم مزاج تھے کسی کو پریشان کرنا اور اس سے بدلہ لینا ان کی فطرت میں داخل نہ تھا۔ ہر معاملے میں عفو و درگزر سے کام لینے کے عادی تھے۔ اس کا ثبوت اس سے مل سکتاہے کہ ان کے والد شیخ قطب الدین کی مظلومانہ شہادت کے واقعات بادشاہ اورنگ زیب کے علم میں لائے گئے تو اس نے عمال حکومت کے نام فرمان جاری کیاکہ شیخ قطب الدین کے قاتلوں سے قصاص لیاجائے اور ان کا گھربار برباد کر دیاجائے ۔ چنانچہ لکھنؤ کے صوبے دار نے سرکاری سپاہ بھیج کر ان کا گھربار غارت کر دیا اور مخالفین وطن چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کچھ عرصے بعد قاتلوں کے اہل خاندان نے جعلی وفات نامہ لکھ کر بادشاہ کے دربار میں پیش کیاکہ قاتل مرگئے ہیں شیخ کے اصل قاتل کانام اسد اللہ تھا' جو سہالی کے نواح میں موضع پنچتی پور کا رہنے والا تھا' وہ روپوش ہوگیا اور مدت تک زندہ رہا شیخ نظام الدین جب سہالی کی سکونت ترک کرکے لکھنؤ منتقل ہوگئے اور فرنگی محل میں درس کا سلسلہ شروع کیاتو اسد اللہ ان کی خدمت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاضر ہوتا تھا اس نے شیخ سے خون بہا پیش کرنے کی بھی درخواست کی لیکن انہوں نے قبول نہیں فرمائی، بلکہ اپنا حصہ معاف کر دیا۔ تاہم بیٹے پر عظیم باپ کی شہادت کا یہ اثر تھا کہ جب قاتل اسد اللہ ان کے سامنے آتا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ ان کی متحمل مزاجی اور بردباری ملاحظہ ہو کہ باپ کے قاتل کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ وہ ان کے پاس آتا بھی ہے لیکن نہ اس سے قصاص لیتے ہیں (بلکہ اپنا حصہ معاف کر دیتے ہیں) اور نہ سرکار میں شکایت کر کے اسے گرفتار کراتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر علو اخلاق کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

تصنیفات

شیخ نظام الدین انصاری بہت سی کتابوں کے مصنف محشی اور شارح تھے۔ مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں۔

تصانیف بسیار در علوم کے حکمیہ واصول دارد یعنی اس عالم اجل نے علوم حکمیہ اور اصول میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔شیخ کی تصانیف کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے مسائل حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، منطق و فلسفہ اور تذکرہ و رجال ہر موضوع سے متعلق کتابیں تصنیف کیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ رسالہ فی وضوء الرسول۔ اس میں وضو کے بارے میں حدیث کی روشنی میں مسائل بیان کیے ہیں

2۔ شرح التحریر فی اصول الدین۔ یہ کتاب فقہ کے بارے میں ہے اس شرح کو وہ مکمل نہ کر سکے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لائق بیٹے مولانا عبدالعلی فرنگی محلی نے جو کثرت علم وفضل کی وجہ سے ''بحر العلوم'' کے لقب سے معروف تھے، اس شرح کی تکمیل کی۔

3۔ شرح مسلم الثبوت۔ یہ بھی اصول فقہ کے موضوع سے متعلق ہے اور بہت اچھی شرح ہے۔

4۔ الصبح الصادق شرح منار الانوار۔ اس کا تعلق بھی اصول فقہ سے ہے۔

5۔ حاشیہ شرح عقائد دوانی۔ علم کلام سے متعلق ہے۔

6۔ شرح رسائل مبارزیہ۔ یہ بھی علم کلام سے متعلق ہے

7۔حاشیہ علی حاشیہ قدیمہ علی شرح تجرید دوانی۔ اس کا تعلق بھی علم کلام سے ہے

8۔ حاشیہ شمس البازغہ۔ علم فلسفہ سے متعلق ہے

9۔ حاشیہ شرح ہدایت الحکمت۔ اس کا موضوع بھی فلسفہ ہے

10۔ مناقب رزاقیہ۔ یعنی ملفوظات شاہ عبدالرازق بانسوی

شیخ نظام الدین کی یہ تصانیف حواشی اور شروح عالمانہ اور محققانہ ہیں۔

درس نظامیہ کی ترتیب

شیخ نظام الدین کا سب سے بڑا کارنامہ درس نظامیہ کی ترتیب اور معمورہ ہند کی مدارس عربیہ میں ایک خاص نصاب تعلیم کا تعین ہے۔ ان سے پہلے بھی کئی سو سال سے مدارس ہند میں تعلیم کا سلسلہ جاری تھا اور ملک کے ہر حصے میں علمائے کرام یہ بنیادی خدمت انجام دے رہے تھے۔ پنجاب میں عرصہ دراز سے لاہور کو مرکز علم کی حیثیت حاصل تھی اور قابل ترین اصحاب کمال درس و افادہ میں مصروف تھے۔ سیالکوٹ، سرہند اور ارض کشمیر کے علاقوں میں بھی تدریس کے غلغلے بلند تھے۔یوپی کے بلاد و قصبات مثلاً لکھنؤ، سہالی، بلگرام، دیوہ، بنارس، گوپامئو، الہ آباد اور اس کے گرد ونواح کے علاقے مراکز علم کے لئے بالخصوص ممتاز تھے۔ان علاقوں میں دس دس پانچ پانچ میل کے فاصلے پر شریف خاندانوں کے دیہات آباد تھے جن میں مدارس دینیہ کے سلسلے جاری تھے اور نامور علماء و فضلا ان میں باقاعدہ درس دیتے تھے۔ علم و فضل کی اس فراوانی کی بنا پر شاہ جہاں بادشاہ پورب کے اس علاقے کو اپنی مملکت کا شیراز قرار دیتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا'' پورب شیراز مملکت ما است۔

ارض ہند کے ان عظیم و مشہور مدارس میں سے ایک مدرسہ سہالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں بھی تھا جو عرصہ دراز سے جاری تھا اور جس سے بے شمار طلبہ نے دستار فضیلت حاصل کی تھی۔ یہی وہ مدرسہ ہے جو آگے چل کر لکھنؤ کے فرنگی محل کے قالب میں ڈھلا اور درس نظامیہ کے سنگ بنیاد اور مدارس ہند میں نصاب تعلیم کی تعین و ترتیب کا باعث بنا درس نظامیہ برصغیر پاک وہند کی علمی تاریخ اور تدریسی زبان کا سب سے نمایاں لفظ ہے۔ اس کے بانی اول یہی شیخ نظام الدین سہالوی تھے ۔ اس کی ترتیب کا اولین مقام لکھنؤ کے فرنگی محل کی چار دیواری ہے۔ اسے ایک بلند بخت عالم دین نے ایسی ساعت سعید میں مرتب کیا کہ پشاور کے آخری سرے سے لے کر کلکتہ کے ساحل تک پورے معمورہ ہند کے مدارس دینیہ میں تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔علما نے خندہ پیشانی سے اس کو شرف قبول بخشا اور طلبہ نے اس کے تمام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلوؤں کا کامل توجہ سے تتبع کیا۔ اس کی قبولیت یہاں تک پہنچی کہ کسی کو صحیح معنوں میں عالم نہیں تسلیم کیا جاتا جب تک ثابت نہ ہوجائے کہ اس نے اسی طریقہ درس کے مطابق تعلیم پائی ہے

لیکن سخت حیرت و تعجب کی بات ہے کہ اکثر مدارس دینیہ کے ارباب اہتمام اور مدرسین تک کو معلوم نہیں کہ درس نظامیہ کب بنا؟اس کا بانی کون تھا اس نصاب تعلیم کے مرتب کا کیانام تھا اور وہ کس علاقے اور ملک کا رہنے والاتھا؟بعض مدارس کے مہتمم اور ناظم حضرات سے یہ کہتے ہوئے سناگیاہے کہ اس کا بانی دولت سلجوقیہ کا وزیر نظام الملک تھا جس نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا۔ انھیں بالکل معلوم نہیں کہ اپنے مدارس میں جس درس نظامیہ کے مطابق وہ تین سوسال سے تعلیم دے رہے ہیں وہ خود انھی کے علاقے برصغیر کے ایک عالم دین شیخ نظام الدین انصاری سہالوی فرنگی محلی کے ذہن رسا کا کارنامہ فخر ہے جو اپنے بانی کے نام کی مناسبت سے درس نظامیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

مدرسہ نظامیہ اور درس نظامیہ

موقع کی مناسبت سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ' نظامیہ اور درس نظامیہ میں جو فرق ہے' یہاں اس کی وضاحت کر دی جائے۔

مدرسہ' نظامیہ خواجہ نظام الملک نے قائم کیا تھا جو دو سلجوق حکمرانوں۔ الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کا وزیر رہ چکاتھا۔وہ ایک عظیم الشان درس گاہ تھی جو نظام الملک نے بغداد کے مشرقی حصے میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک وسیع وعریض قطعہ زمین پر قائم کی تھی۔ اس کی تعمیر کا آغاز یکم ذیقعدہ ۴۵۷ھ (۱۴ اکتوبر ۱۰۶۵ء) کو ہوا۔ پورے دوسال تعمیر کا سلسلہ جاری رہا اور یکم ذیقعد ۴۵۹ھ (۱۳ستمبر۱۰۶۷ء) کو عمارت مکمل ہوئی۔ اس کے صدر دروازے پر نظام الملک کا نام کندہ کیاگیااور چاروں طرف بازار اور حمام بنوائے گئے۔ عمارت اس قدر وسیع تھی کہ کئی لاکھ آدمی اس میں سما سکتے تھے۔ ساٹھ ہزار دینار اس پر خرچ ہوئے تھے ۔اس کا افتتاح۱۰ ذیقعدہ ۴۵۹ھ (۲۳ ستمبر۱۰۶۷ء) کوہوا۔

اس کے برعکس درس نظامیہ کے بانی شیخ نظام الدین انصاری سہالوی تھے جن کا حکومت کے ایوانوں اور شاہی درباروں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ایک درویش منش اور فقیر طبع عالم تھے ۔ مالی لحاظ سے غربت کا شکار تھے ۔ ان کے آباؤاجداد کا سلسلہ درس مدت مدید سے جاری تھا۔ انہوں نے کوئی نیا مدرسہ جاری نہیں کیا بلکہ نصاب درس مرتب فرمایا جو ان کے نام کی مناسبت سے درس نظامیہ کہلایا۔ مدرسہ نظامیہ کے مؤسس اور درس نظامیہ کے بانی کے درمیان کم وبیش سات سو سال کا طویل عرصہ حائل ہے۔

شیخ نظام الدین کا نصاب تعلیم اور اس کی خصوصیات

شیخ نظام الدین کا مرتب کردہ نصاب تعلیم جو درس نظامیہ کہلاتا ہے۔مختلف گیارہ علوم وفنون پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ تفسیر: جلالین' بیضاوی

2۔ حدیث: مشکوۃ المصابیح

3۔ فقہ: شرح وقایہ'ہدایہ اولین' ہدایہ آخرین

4۔ اصول فقہ: نور الانوار' توضیح و تلویح' مسلم الثبوت

5۔ کلام: شرح عقائد نفسی' شرح عقائد جلالی' میرزاہد شرح مواقف

6۔ بلاغت: مختصر معانی' مطول تا بحث ماانا قلت

7۔ فلسفہ: میبذی' صدرا' شمس البازغہ

8۔ منطق: صغری' کبری' ایساغوجی' تہذیب' شرح تہذیب' قطبی مع میر قطبی مسلم العلوم

9۔ صرف: میزان الصرف' صرف میر' پنج گنج' زندہ فصول اکبری'شافیہ

10۔ نحو: نحو میر' شرح مائۃ عامل' ہدایۃ النحو' کافیہ شرح جامی

11۔ ریاضی: خلاصۃ الحساب'تحریر اقلیدس مقالہ اول' تشریح الافلاک' رسالہ قوشجیہ' شرح چغمینی' باب اول

شیخ نظام الدین کا یہ مرتبہ نصاب تعلیم (درس نظامیہ) بہت سی خصوصیات کا حامل ہے جو مختصر طور پر درج ذیل ہیں:

1۔ اس میں سرزمین ہند کے متعدد علماء کی کتابیں شامل ہیں جن میں بعض وہ حضرات ہیں جو شیخ کے ہم عصر ہیں۔ مثلا ملا جیون (متوفی ۹ ذیقعدہ ۱۱۳۰ھ) کی نور الانوار' قاضی محب اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) کی مسلم الثبوت اور مسلم العلوم وغیرہ۔ ان کے زمانے سے قبل کے ہندی علماء کی کتابیں بھی داخل نصاب ہیں۔ مثلا سید علی اکبر الہ آبادی (۱۰۹۰ھ) کی فصول اکبری ملا محمود جون پوری (متوفی ۹ ربیع الاول۱۰۳۲ھ) کی شمس البازغہ وغیرہ۔ یہ وہ علماء کرام ہیں جن کی کتابوں نے درس نظامیہ کے بہت سے حصے پر تسلط جما لیاہے اور شیخ نظام الدین نے اس نصاب کے ذریعے پوری علمی دنیاسے ان کو متعارف کرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا ہے ۔ شیخ موصوف پہلے عالم ہیں جنہوں نے ہندی فضلا کی تصنیفات کو یہ اعزاز بخشا اور داخل نصاب کیا ورنہ اس سے قبل اقلیم ہند کے کسی عالم کی کوئی کتاب کسی زمانے کے مروجہ نصاب تعلیم میں داخل نہیں تھی ۔ اس سے واضح ہوا کہ شیخ نظام الدین علماء کے قدر دان تھے اور ان کا ذہن معاصرانہ کشاکش سے پاک تھا۔

2۔ انہوں نے ہر فن کی مشکل کتابیں نصاب میں داخل کیں تاکہ طلبہ کے ذہنی اور فکری کاوش میں تیزی آئے اور ان کے غور و خوض کے پیمانوں میں وسعت پیدا ہو۔

3۔ دیگر علوم کی نسبت منطق اور فلسفے کی کتابیں زیادہ رکھیں اس لئے کہ اس دور کی علمی فضا کا تقاضا اور اہل علم کا رجحان یہ تھا کہ طلبہ فنون میں خام نہ رہیں اور ان کی فنی قوت میں اضافہ ہو۔

4۔ علم حدیث کی صرف ایک کتاب رکھی یعنی مشکوۃ‘ اس کی وجہ بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مشکوۃ کو اچھی طرح پڑھ لیا جائے تو باقی کتب احادیث کو مطالعے کے ذریعے سمجھا جاسکتاہے۔ لیکن یہ خیال قرین صحت نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ احادیث کی امہات الکتب کو استاد سے باقاعدہ پڑھنے کے علاوہ سمجھناممکن ہی نہیں ۔ ہمارے خیال میں صرف مشکواۃ کو داخل نصاب کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس زمانے کے ہندوستان میں کتب احادیث کی زیادہ اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ صرف وہی حضرات ان سے متعارف تھے جو حصول علم کے لئے ارض حجاز کاسفر اختیار کرتے تھے۔

5۔ اس نصاب میں ادب کا حصہ ناپید ہے جو اس کا ایک کمزور پہلو ہے۔

6۔ اس نصاب تعلیم میں شیخ نظام الدین انصاری نے جس چیز کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھا۔ وہ یہ تھی کہ طالب علم کی استعداد مطالعہ اس قدر مضبوط ہو جائے کہ فارغ التحصیل ہوجانے کے بعد وہ ہر مروجہ فن کی کتابوں کو آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکے ۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اگر اس نصاب کی تمام کتابوں کو غور سے پڑھ لیا جائے تو علم عربیہ کو فہم کی گرفت میں لانے میں دقت پیش نہیں آتی ۔

7۔ یہ نصاب اس قدر مختصر ہے کہ طالب علم کو اس پر سالہا سال صرف نہیں کرنا پڑتے‘ بلکہ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں وہ درسی کتابوں سے فارغ ہوجاتاہے۔

چنانچہ اس بات کی شہادتیں موجود ہیں کہ بہت سے طلبہ اوائل جوانی ہی میں فارغ التحصیل ہو کر تدریس کی مسندوں پر فائز ہوگئے۔

8۔ اس نصاب کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے طلبہ کے ذہن میں فقہی تعصب نہیں پیدا ہوتا۔ تعصب دراصل کتب فقہیہ کی بھر مار سے پیدا ہوتاہے اور یہ نصاب اس سے مبرا ہے ۔

9۔ اس کی ترتیب میں اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیاہے کہ معاصر علماء کی تصنیفات کو زیادہ سے زیادہ جگہ دی جائے تاکہ معاصرت کا مرض ختم ہونے میں مدد مل سکے ۔

10۔ اس نصاب کی ترتیب کے سلسلے میں شیخ نظام الدین کی کسر نفسی اور تواضع ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اس میں اپنی کوئی تصنیف نہیں رکھی حالاں کہ وہ اپنے عصر کے جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت فاضل تھے ۔

شیخ کی وفات کے بعد حالات کے مطابق اس نصاب تعلیم میں تبدیلی اور اضافے کا عمل جاری رہا لیکن بنیادی طور پر اس میں روح وہی کارفرما رہی اور وہ کتابیں بھی اس میں داخل رہیں جو اس کے اولین مرتب نے داخل کی تھیں۔

شیخ نظام الدین کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے ان سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیااور آج برصغیر میں مدارس دینیہ کی جو رونق دکھائی دیتی ہے۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں ان ہی کے پر تو فیض کا نتیجہ ہے۔ ان کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیاثبوت ہو سکتا ہے کہ بر صغیر (جس میں موجودہ نقشے کے مطابق پاکستان‘ ہندوستان اور بنگلہ دیش تین ملک شامل ہیں) کا تمام تر سلسلہ درس انھی کے نام نامی سے منسوب ہے ۔ ان کے زمانے میں خطہ ہند کے بیشتر علماء کی نسبت تلمذان ہی کی طرف تھی۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

کسے کہ سلسلہ تلمذ بہ اوی رساند مین الفضلائے علم امتیازی افرازد۔

یعنی جو ان کے دامن شاگردی سے منسلک ہوگیا۔ وہ اہل علم اور کتابیات ارباب فضل میں ممتاز مقام پر فائز ہوگیا۔

آج مدارس دینیہ کے حلقوں میں جس طرح شیخ نظام الدین کا نام روشن ہے‘ اس طرح ان کے تلامذہ کا ذکربھی پوری آب و تاب کا حامل ہے اور اپنی تدریسی و تصنیفی خدمات کی بنا پر ان کا تذکرہ تعظیم و تکریم کے ساتھ کیاجاتاہے۔

مرض اور وفات

شیخ نظام الدین کو کئی سال سے مثانے کی پتھری کا مرض لاحق تھا۔ لیکن ہمیشہ تدریس وتصنیف میں مصروف رہے۔ کبھی علاج کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورت محسوس نہ کی۔ جب عمر کا آخری دور آیا اور ستر برس سے آگے نکل گئے تو کمزوری اور ضعف نے ایسا گھیرا ڈالا کہ چارپائی پر لیٹ گئے ۔ بالآخر چہار شنبہ کے روز ۹ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۱ھ کو دوپہر کے وقت داعی اجل کو لبیک کہا۔

اولاد

شیخ نظام الدین کی دو شادیاں ہوئیں ۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ لوگ دوسری شادی پر مجبور کرتے تھے ۔ لیکن وہ اس پر رضامند نہ ہوتے تھے۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو فرمایا میں اس مخمصے میں پڑنا نہیں چاہتا البتہ کسی بزرگ کا ارشاد ہوگا۔ تو مجبورا یہ قدم اٹھانا پڑے گا۔ آپ نے شیخ اسماعیل بلگرامی (متوفی ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۶۴ھ سے فیض حاصل کیاتھا انہوں نے کہلا بھیجا۔ کہ مجھے القا کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ دوسری شادی سے آپ کی اولاد ہوگی۔ چنانچہ خاصی عمر ہو چکی تھی کہ قصبہ سترکھہ میں دوسری شادی کی ۔ جس سے وہ گوہر شاہوار پیدا ہوا جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور بے پناہ فضیلت علمی کی بنا پر اہل علم کے حلقوں میں بحرالعلوم کے پر شکوہ لقب سے شہرت پائی۔ ان کا اصلی نام عبد العلی تھا۔اس جلیل القدر عالم نے ۱۲ رجب ۱۲۲۵ھ کو مدراس میں رحلت فرمائی

کتابیات

1۔ سبحۃ المرجان (سیدغلام علی آزاد بلگرامی) مطبوعہ بمبئی۔ ۱۳۰۳ھ

2۔ ماثر الکرام (غلام علی آزاد بلگرامی) مطبع مفید عام آگرہ۔ ۱۹۱۰ء

3۔ ابجدالعلوم (نواب محمد صدیق حسن خاں) مطبع صدیقی بھوپال۔ ۱۲۹۳ھ

4۔ تذکرہ علمائے فرنگی محلی (مولوی محمد عنایت اللہ) لکھنؤ ۱۹۳۰ء

5۔ احوال علمائے فرنگی محلی (مولوی الطاف الرحمن) مطبع مجتبائی لکھنؤ

6۔ تراجم الفضلا(مولانا فضل امام خیرآبادی) ترتیب مفتی انتظام اللہ شہابی۔
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔۱۹۵۶ء

7۔ حدائق الحنفیہ (مولوی فقیر محمد جہلمی) مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۶ء

8۔ تذکرہ علمائے ہند (مولوی رحمان علی) نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء

9۔ قضاء الارب من ذکر علماء النحوو الادب (مولوی ذوالفقار احمد)
مفید عام پریس' آگرہ ۱۳۱۶ء

10۔ نزہتہ الخواطر جلد ۶ (مولانا سید عبدالحئی حسنی لکھنوی) دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن۔ ۱۹۵۷ء

11۔ الثقافتہ الا سلامیہ فی الہند (مولاناسید عبدالحئی حسنی لکھنوی مطبوعہ دمشق۔ ۱۹۵۸ء

12۔ مقالات شبلی جلد ۳ (مولانا شبلی نعمانی) مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء۔

بقیہ۔حج مبرور

[illegible] ہے اور انشاء اللہ آپ کو پورا ثواب بھی ملے گا۔

حجاج کرام: ہماری تو ایک پائی بھی خرچ نہ ہوئی اور پورا ثواب کیسے ملے گا؟

عبداللہ بن مبارک: خلوص اور حسن نیت اور حسن عمل کی بناء پر۔

حجاج کرام: حضرت آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا تا کہ کھانے پینے اور تحائف خریدنے میں احتیاط سے کام لیتے۔ واللہ ! ہم تو آج تک یہی سمجھتے رہے کہ آپ ہم پر ہمارا پیسہ خرچ کر رہے ہیں اور باوجود دیکہ ہمارے دلوں میں کھٹکا بھی پیدا ہوتا کہ ہمارا پیسہ اتنا تو نہ تھا جتنا خرچ ہو رہا ہے لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو جاتے کہ شاید اکٹھا کھانے اور اکٹھا خرچ کرنے اور اکٹھا خریدنے کی برکت ہو۔

عبداللہ بن مبارک: بھائیو!اگر میں پہلے بتا دیتا تو ممکن تھا کہ آپ مناسک حج میں وہ محنت نہ کرتے جو آپ نے اپنا پیسہ خرچ ہونے کے خیال سے کی۔ اب آپ کا حج بھی ہو گیا اور رقم بھی محفوظ رہی۔

حجاج کرام: حضرت آپ یہ رقوم اپنے پاس رکھیئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسن نیت کا اجر بھی نصیب فرمائے گا اور عمل کا بھی۔ ہمیں یہ رقوم گھر لے جاتے ہوئے شرم آرہی ہے۔

عبداللہ بن مبارک: اللہ تعالیٰ آپ کو بھی آپ کی نیت اور حسن عمل کا ثواب دے گا اور مجھے بھی اور رقوم کی واپسی کے بغیر وعدہ بھی پورا نہ ہو گا۔ للہ وعدہ پورا کیجئے۔

حجاج کرام اس منفرد جو دو سخا اور اخلاص عمل پر دیوانہ وار شکریہ ادا کرنے لگے اور اپنی اپنی رقوم لے کر گھروں کو لوٹ گئے۔

© rasailojaraid.com